بسم اللہ الرحمن الرحیم

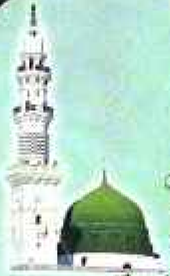

معمار انسانیت

از

سید غلام عباس رضوی

زہراء (س) آکادمی

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معمارِ انسانیت

از

سید غلام عباس رضوی

زہراء (س) آکادمی

الذی علم بالقلم

کتاب : معمارِ انسانیت

مؤلف : سید غلام عباس رضوی

ناشر : زہراء (س) اکادمی

گرافک : یوشع ظفر حیاتی

اشاعت : ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

تعداد : ایک ہزار (۱۰۰۰)

طباعت : زہراء (س) اکادمی

......جملہ حقوق محفوظ......

جس کی جاں بخشی نے مُردوں کو مسیحا کردیا

فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی، وہ رسولؐ
گلہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی، وہ رسولؐ
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی، وہ رسولؐ
جس کی ہر اک سانس قانونِ الٰہی، وہ رسولؐ
جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کردیا
جس کی جاں بخشی نے مُردوں کو مسیحا کردیا

جوشؔ

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	آرزوئے رسولؐ	۹
۲	رسول کریم اور تربیت	۱۲
۳	حب اہل بیتؑ رسول اکرمؐ اور اس کا حکم	۱۷
۴	اہل بیتؑ سے مراد کون لوگ ہیں؟	۲۰
۵	اہل بیتؑ کا مقام اور اہمیت	۲۲
۶	انتخاب آیات ☆ آیت تطہیر	۲۳
۷	☆ ادبی اور عقلی نکات	۲۶
۸	☆ آیت مباہلہ	۲۹
۹	انتخاب روایات ☆ حدیث ثقلین	۳۱
۱۰	☆ حدیث سفینۂ نوحؑ	۳۲
۱۱	☆ اہلبیتؑ جسم میں سر کی مانند	۳۵
۱۲	رسول اکرمؐ کی نظر میں	۳۶
۱۳	حضرت علیؑ کے بارے میں	۳۶
۱۴	حضرت فاطمہؑ کے بارے میں	۴۰
۱۵	حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں	۴۸
۱۶	نتیجۂ آیات اور روایات	۵۰
۱۷	فہرست مصادر	۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارے کی نظر

حمد اس ذات کے لائق ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی

اور

درود ہو اسکے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جنہوں نے جہالت کی تاریکی میں علم کے چراغ جلائے۔

اے اللہ! ان پاک ہستیوں پر بھی درود نازل فرما جنہوں نے علم، حلم، عمل، شجاعت وعبادت کی اعلیٰ مثالیں پیش کر کے انسانیت کی راہنمائی کا کام انجام دیا۔

بفضل الٰہی زہراء اکادمی کے ارکان و محققین نے اپنی حوزوی تعلیمات کے ساتھ ساتھ تحقیق، تصنیف وتالیف کے میدان کو بھی خالی نہ چھوڑا، جس کے نتیجے میں آج مختلف مقالات وکتب منظر عام پر آچکی ہیں۔

برادر عزیز حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید غلام عباس رضوی نے علمی، تحقیقی اور تربیتی کاوشوں کے ذریعے زہراء اکادمی کو اپنے مقاصد کے حصول میں بے انتہاء مدد دی۔

ان ہی کوششوں کا ایک ثمر موجودہ مکتوب بنام معمار انسانیت آپ کے ذہنوں کو علم کے نور سے روشن کرنے کے لیئے پیش کیا جارہا ہے۔

علامہ سید غلام عباس رضوی نے اس سے پہلے بھی عقیدہ کے موضوع پر کتاب لکھی تھی جس سے مومنین نے بالعموم اور دینی مدرسوں کے شاگردوں نے بالخصوص استفادہ کیا۔

محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر آج تک لاکھوں کتابیں لکھیں جا چکی ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر جتنی تحقیق کی جائے کم ہے۔

امید ہے برادر عزیز نے جس زاویے سے مطالب کو لکھا ہے اس سے مومنین استفادہ کریں گے اور آئمہ معصومینؑ کی معرفت کے حصول میں ایک قدم آگے بڑھیں گے۔

اللہ تعالیٰ اکادمی کے تمام اراکین خصوصاً مولانا غلام عباس رضوی کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور ہم سب دین مبین اسلام کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو سکیں اور واقعی معنوں میں محبان اہلبیت علیہم السلام میں سے قرار پائیں۔

زہرا (س) اکادمی

کراچی، پاکستان

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آرزوئے رسول اکرمؐ

حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا مقصد انسان کو گمراہی سے نجات دلانا اور اُسے راہ راست پر لانا تھا (۱)، قرآن واحادیثِ نبویؐ کا جائزہ لیا جائے تو اس مقصد کو زیادہ واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔

دراصل رسول گرامیؐ ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے کہ جہاں عام ماحول اس قدر پر امن ہو کہ نہ صرف ایک انسان دوسرے انسان کے ہاتھ اور زبان سے مکمل طور پر محفوظ ہو (۲)، بلکہ ہر شخص دوسروں کو سلامتی کا پیغام دیتا ہوا نظر آئے، (جیسا کہ مسلمان معاشرے میں رواج ہے کہ جب دو جاننے والے ملتے ہیں

---

(۱) سورۂ طلاق آیت: ۱۱، سورۂ ابراھیم آیت: ۱۳، اور سورۂ الانفال آیت: ۲۴

(۲) المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده ــــ سنن الترمزی باب ۱۲،
حدیث: ۲۶۲۷، جلد: ۵، صفحہ: ۱۷ مطبوعہ مصر۔

تو سب سے پہلے آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں)(۱)، اور لوگ ایک دوسرے کی جان و مال کا احترام بھی کرتے ہوں (۲)۔

ہمارے پیارے نبیؐ (ہماری جانیں آپؐ پر نثار ہوں) اس نازک ذمہ داری کو اگر نبھانا چاہتے تھے تو اس کا صرف ایک راستہ تھا اور وہ ''خدا سے مضبوط رابطہ'' تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہی رابطہ تھا جس کی وجہ سے رسولؐ اس نامناسب ماحول میں خود بھی محفوظ رہے اور دوسروں پر بھی ایسا اثر کیا کہ چالیس سالہ زندگی میں کسی کو آپؐ سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں تھا اور عوام و خواص سب ہی آپ کو صادق اور امین کے نام سے پہچانتے تھے۔ آیہ شریفہ کے مطابق حضور اکرمؐ اپنی ذات میں ایک چلتی پھرتی درسگاہ تھے (۳)۔

بعض احادیث نبوی کی روشنی میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ، خدا کے حبیبؐ کا ھم و غم یہ تھا کہ ہر مسلمان ایک ''ذمہ دار انسان'' ہو (۴)، اور آپؐ کی طرح دوسروں کے لئے نمونہ عمل بن سکے! (۵) مختصر یہ کہ رسولؐ اپنے گفتار و کردار سے ،زندگی کی آخری سانس تک یہی پیغام دیتے رہے کہ: ''جو جتنا زیادہ دوسروں کے کام آسکے وہ اتنا زیادہ خدا کو عزیز ہے۔''

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب ۱، جلد ۵ صفحہ ۵۴، حدیث ۲۶۸۸ مطبوعہ مصر

(۲) سورئہ مائدہ آیت ۳۵ السنن الکبری للبیهقی جلد ۸، صفحہ ۱۸، باب تحریم القتل من السنته، حدیث ۱،۲،۳،۴

(۳) سورۂ احزاب آیت ۲۱

(۴) ..... فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته۔ مسند احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ، مطبوعہ دار صادر بیروت

(۵) السنن الکبریٰ للبیهقی جلد ۶، صفحہ ۲۸۵، کتاب الودعه، حدیث ۱، مطبوعہ دار صادر بیروت

چالیس سال کی ریاضت کے بعد رسولؐ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور خدا سے وحی کی شکل میں ''خاص رابطہ'' کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ وحی آج قرآن کی صورت میں مسلمانوں کے درمیان غیر معمولی تقدس اور علمی و عملی مقام کی حامل ہے۔ یہ آسمانی کتاب محمد بن عبداللہؐ کے نبی ہونے کی دلیل تھی اور ہے..... نیز آج تک اسلام کی بقاء اور تروتازگی اسی کی بدولت ہے۔

جب ہم آج اپنے دور کے تمام مسلمان معاشروں کے ماحولیاتی مسائل ومشکلات کو سامنے رکھتے ہیں اور ایک فرد، ایک قوم اور ایک حکومت کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیں تو، ہمیں ایک بار پھر سرکارِ رسالت، حضرتِ ختمی مرتبتؐ کی حدیث ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔

آنحضرتؐ کی اس حدیث میں بڑی گہرائی ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت اور اس کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے جسے ''امن وامان'' کہا جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں بھی ''انسانی حقوق کی حفاظت'' کے نام سے اس کا بڑا چرچا رہا ہے۔ بانی اسلام نے آج سے چودہ سوسال پہلے انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ:

''امن، زمین پر رہنے والے انسانوں کے باہمی تعلقات کی شہ رگ ہے۔''

رسول کریمؐ اور تربیت

رسول کریمؐ وحی کے ذریعے پوری امت کی تربیت کرنے پر مامور کیے گئے تھے۔ رسالت مآبؐ نے اپنی جانب سے ذرہ برابر بھی فریضہ کی انجام دہی میں کوتاہی نہیں کی تھی۔ لیکن عام طور سے معاشروں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ چاہے نظام کتنا ہی کامل کیوں نہ ہو، اس میں تربیت پانے والے لوگ، مختلف وجوہات کی بناء پر اس نظام سے مکمل فائدہ نہیں اٹھا پاتے ، ان میں سے کچھ اہم وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جہالت وتعصبات (۱)

۲۔ دنیا کی لالچ (۲)

۳۔ انسان کو اچھے برے کی شناخت (یعنی عقل) کے ساتھ خلق کیا گیا اور اسے انتخاب کا حق دیا گیا ہے، اور یہی انسان کا امتحان ہے اگر اس حق کو صحیح طرح سے استعمال کرے گا تو کامیاب ہو جائے گا اور اگر اس حق کا غلط استعمال کرے گا تو

---

(۱) سورۂ بقرہ آیت ۱۷۰۔ سورۂ لقمان آیت ۲۱، سورۂ احزاب آیت ۶۷
سورۂ یوسف آیت ۸۹، سورۂ اعراف آیت ۱۳۸

(۲) سورۂ بقرہ آیت ۲۱۲، سورۂ انعام آیت ۲۹، سورۂ یونس آیت ۷، سورۂ ھود آیت ۱۵،
سورۂ رعد آیت ۲۶، سورۂ کہف ۴۶، سورۂ مومنون آیت ۳۳، سورۂ قصص آیت ۷۹، سورۂ روم آیت ۷

جہالت وگمراہی کا شکار ہو جائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے:

"انا هديناه السبيل اما شاكرا و اما كفورا" (۱)

ترجمہ و تشریح:

ہم نے انسان کو حق کا راستہ دکھا دیا ہے، اب وہ (چاہے تو اس نعمت کی قدر دانی کرے اور) شکرگزار بن جائے، یا (چاہے تو حق سے یعنی اسلام اور اس کے احکام سے منہ موڑ لے اور) گمراہی کو اختیار کرلے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان جو ہمیشہ اپنے فائدہ کی سوچتا ہے، زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کس طرح کرتا ہے، اس فیصلہ کا تعلق نہ صرف انسان کی دنیوی زندگی سے ہے بلکہ اس کی ابدی زندگی کے آرام دہ یا تکلیف دہ ہونے کا پورا دارومدار اسی فیصلہ پر ہے۔

اب یہ انسان کے اوپر ہے کہ اپنی عقل کو کس طرح بھرپور انداز میں استعمال کرے تاکہ اسے جو راہِ ہدایت پہچنوائی گئی ہے (جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ: انسان فطرتاً خدا کو مانتا ہے اور پہنچانتا ہے) (۲) اس راہ کے اختیار کرنے کے فوائد اور اختیار نہ کرنے کے شدید نقصانات کو سمجھ کر ان کے درمیان موازنہ کرسکے اور جو کوئی اس موازنہ کو صحیح طرح انجام دے پائے گا، عقل کی پیروی کرتے ہوئے صرف راہِ ہدایت کو ہی اختیار کرے گا۔

۱۔ سورۃ الانسان (سورۃ الدھر)، آیت: ۳

۲۔ سورۃ الروم، آیت: ۳۰

یہ بات بھی واضح ہے کہ مندرجہ بالا تین وجوہات اور اس جیسی دوسری رکاوٹوں کا تعلق خود انسان کے ذاتی نقائص اور کوتاہ نظری سے ہے اور کسی بھی کامل نظام سے ان نقائص کا کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا اور پھر جس نظام کی ہم بات کر رہے ہیں یہ وحیٔ الٰہی پر مبنی ہے!

مختصر یہ کہ جب عوام اپنے ذاتی نقائص اور کوتاہیوں کے سبب اسلامی احکام اور اس کی ''روح افزاء تعلیمات'' پر مکمل طور پر عمل نہیں کرتے تھے تو ''روحِ اسلام'' کو مکمل طور پر محفوظ رکھنا بھی ان کے بس سے باہر تھا اور اسی طرح قیامت تک آنے والی نسلوں تک اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری بھی عوام کے کندھوں پر نہیں رکھی جا سکتی تھی، جب کہ حضرت محمدؐ تو، خدا کے آخری نبیؐ تھے اور اسلام خدا کا کامل دین تھا اور، نہ ہی اس کے بعد کوئی نبیؐ آنے والا تھا اور نہ ہی کوئی نیا دین، اسی لئے آنحضرتؐ نے اپنے پیغام کو تا قیامت آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا اہتمام اس طرح کیا کہ کچھ ایسے خاص افراد کی تربیت کر ڈالی کہ جو خدا کے آخری نبیؐ جیسے ہوں اور مزاجِ شریعت سے واقف ہوں، رسولؐ کی زندگی کے بعد، رسالت کی تمام ذمہ داریوں کو بخیر و خوبی پورا کرتے رہیں اور امت کی تربیت کا کام جاری و ساری رہے،

قرآن کی مندرجہ ذیل آیات میں اس بات کو واضح انداز میں بیان کیا جا رہا ہے:

ترجمہ:

تم لوگ وہ بہترین امت ہو جسے اس لئے خلق کیا گیا ہے کہ وہ

(۱) خدا کے احکام کو (لوگوں تک) پہنچاتے رہیں

(۲) اور انہیں نیکی کی تلقین کرتے رہیں،

(۳) نیز، برائیوں سے روکیں۔

(البتہ یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں) جو کہ خود بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہوں (۱)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ، رسول اکرمؐ کے تربیت شدہ افراد میں سے ایک ہیں کہ جو مردوں میں سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے، اپنے ایمان اور یقین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا" (۲)

ترجمہ:

"(اللہ اور اس کے رسول پر ایسا یقین کامل ہے کہ) اگر (زمان و مکان کی محدودیت کے) حجاب اٹھ جائیں تب بھی میرے یقین (کی کیفیت) میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہیں ہوگا"۔

یعنی یہ کہ حجاب اٹھا دیئے جائیں یا نہ اٹھائے جائیں دونوں صورتوں میں علیؑ کا یقین، ایسا کامل یقین ہے جس کے مقابلہ میں حجاب کوئی بھی اثر نہیں رکھتا، لہٰذا حجاب ہونے کے باوجود، تمام حقائق ان کی نظروں کے سامنے ہیں اور ان کا یقین و ایمان کمال کے درجہ پر فائز ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ تعلیم و تربیت نیز اصلاح امت کا کام ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اگر کسی نے اس منصب کے لئے اپنی اہلیت کو ثابت کیا ہے اور رسولؐ نے

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰

(۲) مائۃ کلمات امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ شارح: علامہ میثم بحرانیؒ، شرح کلمہ اول

اگر کسی کے بارے میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے بعد جانشینی کے منصب کے لئے، خدا کی جانب سے منتخب کیے گئے ہیں تو، یہ صرف وہی لوگ ہیں، جنہوں نے:

(۱)۔ آغوشِ نبویؐ میں آنکھیں کھولیں۔ اپنے پورے وجود سے رسالت مآبؐ کو لمس کیا۔

(۲)۔ دست مبارک نبوت کی انگلیوں کو چوس کر نشو ونما پائی اور تکلم کا آغاز کیا۔

(۳)۔ حدیث میں انہیں اصحاب کساءؑ اور آل عباؑ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن میں ان کا تذکرہ، آیہ تطہیر، سورہ ھل اتی اور آیات مباہلہ میں واضح طور پر موجود ہے، نیز اہلِ بیتؑ رسولؐ، ان کی مشہور و معروف نسبت ہے، جس پر یہ "بندگان منتخب" علم و عمل دونوں لحاظ سے پورا اترتے ہیں۔

حُبّ اہل بیتؑ
رسول اکرمؐ اور اس کا حکم

اللہ کے رسولؐ اپنے اہل بیتؑ سے غیر معمولی محبت کا اظہار کیا کرتے تھے، ان کی یہ محبت خاندانی رشتہ داریوں اور دنیوی تعلقات کی بناء پر نہ تھی بلکہ جو کچھ بھی تھا، خدا کی خوشنودی اور اس کے حکم کی تعمیل تھی۔ قرآن اس بات کو پوری صراحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔

" ذالک الذی یبشر اللّٰہ ...... قل لآ اسلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ...... ان اللّٰہ غفور شکور" (۱)

''القربیٰ'' سے کیا مراد ہے ؟

اس آیہ شریفہ میں خداوند باری تعالیٰ فرما رہا ہے کہ'' اے رسولؐ! کہہ دیجئے کہ (اے مسلمانوں) میں تم لوگوں سے کسی قسم کا کوئی اجر نہیں طلب کرتا البتہ صرف ایک مطالبہ ہے، اور وہ بھی خدا کا حکم ہے۔ وہ یہ ہے کہ میرے ''قربیٰ'' سے محبت کرو۔''

---

(۱) سورۃ الشوریٰ ، آیت : ۲۳

جب یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی تو ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ لوگوں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ: "یارسول اللہؐ یہ کون لوگ ہیں، جن سے محبت کرنے کا حکم اللہ نے ہمیں دیا ہے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا: یہ لوگ "علیؑ، فاطمہؑ اور ان دونوں کی اولاد ہیں۔" (۱)

شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی، صاحب صواعق المحرقہ، اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ" احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم، ابن عباس سے آیت "المودۃ فی القربیٰ"، کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولؐ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اس سے مراد علیؑ، فاطمہؑ اور ان دونوں کے دو بیٹے ہیں" (۲)

یہاں تک کی گفتگو سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آیۂ مبارکہ میں "القربیٰ" سے مراد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔"

"المودۃ فی القربیٰ" سے کیا مراد ہے؟

ابو نعیم اور دیلمی، مجاہد سے اور وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"لا اسئلکم علیه أجرًا الا المودة فی القربیٰ ان تحفظونی فی اهل بیتی و تودوهم بی۔" (۳)

(۱) شواہد التنزیل، تحقیق۔ شیخ باقر المحمودی، جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۸۹ حدیث نمبر ۸۲۲ طبع تہران، ایران

(۲) صواعق المحرقہ صفحہ ۱۰۱، آیت ۱۴ کے ضمن میں (تفصیلی بحث موجود ہے) طبع مصر

(۳) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، جلال الدین سیوطی، جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۷، طبع دار المعرفۃ بیروت

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجر (رسالت) طلب نہیں کرتا البتہ اپنے قرابت داروں کے بارے میں مودّت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں یعنی یہ کہ میرے اہل بیتؑ کی پشت پناہی کرو اسی طرح جس طرح میری حمایت کرتے ہو اور جس طرح مجھ سے محبت کرتے ہو میرے اہل بیتؑ سے بھی اسی طرح محبت کرو۔

وضاحت:

اس حدیث میں حضور اکرمؐ "المودۃ فی القربیٰ" کے معنی کو بیان فرما رہے ہیں کہ میرے اہل بیتؑ کے حقوق کی حفاظت اور ان سے محبت کرنا مسلمانوں پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح رسولؐ کے حکم کی پیروی اور آپؐ کا احترام مسلمانوں پر واجب قرار دیا گیا ہے اہل بیتؑ کے حکم کی پیروی کرنا بھی دل کی گہرائی سے ضروری ہے اور ان کا ظاہری و باطنی طور پر احترام قرآن کی آیت کی روشنی میں غیر قابل انکار ہے۔

نتیجہ:

مذکورہ بالا آیت اور چند روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسولؐ کی اپنے اہل بیتؑ سے غیر معمولی محبت خدا کے حکم کی تعمیل تھی نیز یہ کہ جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر رسولؐ کے سلسلے میں عائد ہوتی ہیں آنحضرتؐ کے اہل بیتؑ کے سلسلے میں بھی وہی ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔

اہل بیتؑ سے مراد کون لوگ ہیں؟

رسول اکرمؐ جگہ جگہ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کا تعارف کروا رہے ہیں تاکہ مستقبل میں ''امتِ اسلامیہ'' کی ہدایت اور قیادت کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے والے، خدا کے منتخب بندے، مکمل طور پر پہچان لئے جائیں۔ تاکہ کسی کے لئے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ''دربار فصاحت وبلاغت کے بے تاج بادشاہ'' سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰؐ، بہت سوچ سمجھ کر اور پوری احتیاط سے اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں جس قسم کی تشبیہات اور اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں، وہ خالص قرآنی اور شرعی مزاج کی حامل ہیں ان کے استعمال کا سلیقہ بھی آپؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ استعمالات نہ رسولؐ سے پہلے کہیں نظر آتے ہیں اور نہ ہی ان کے بعد کسی نے انہیں استعمال کرنے کی جرات کی ہے۔ یہ بات اہل بیتؑ کے، رسولؐ اللہ کا جانشین ہونے کی ایک ٹھوس دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے بعد ''امت اسلامیہ'' کو بغیر سرپرست کے نہیں چھوڑ گئے، وہ تمام قرآنی اصطلاحات جو رسولؐ، اہل بیتؑ کے بارے میں استعمال کرتے ہیں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ، رسولؐ کے بعد آنحضرتؐ کے جانشین اور قوم کے ہادی اور رہبر ہیں۔

بعض ناسمجھ اور نادان افراد نے، رسالت مآبؐ کے "مقامِ نبوتؐ" کو بھلا کر تمام قرآنی اور خالص دینی استعمالات کو بڑی سادگی کے ساتھ "فضائل" کی حد تک محدود کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خداوند باری تعالیٰ نے اپنے دین کے مخالفین ومعاندین کو حافظہ نہیں عطا فرمایا۔ لہٰذا وہ تمام حضرات جن کے وہاں انصاف نہیں پایا جاتا اور جو اہل بیتؑ رسولؐ کی شان گھٹانا چاہتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ احادیث نبویؐ کے علاوہ قرآن میں بھی کئی مقامات پر صراحت کے ساتھ اہلِ بیتؑ کے مقام، ان کی اہلیت واہمیت نیز رسولؐ کے بعد "ان کے جانشین ہونے" کو بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے اگر دشمنانِ اسلام تمام احادیث کو بھی تحریف کردیں، تب بھی حقیقت کو چھپا نہیں سکتے اور قرآن کے مندرجہ ذیل کھلے چیلنج کے سامنے آدم زاد کے حیلے و بہانے دھرے رہ جاتے ہیں:

"انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" (۱)۔

"ہم (اللہ) نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

اہل بیتؑ کا مقام اور اہمیت

چند آیات اور روایات نمونہ کے طور پر پیش خدمت ہیں جن سے اہل بیتؑ کی اہمیت اور رسولؐ کے بعد ان کا جانشین رسولؐ ہونا نیز ان میں قوم کے سرپرست ہونے کی اہلیت کا ہونا اور خدا کی جانب سے ان کا منتخب ہونا، واضح طور پر سمجھ میں آجاتا ہے۔ غور کیجئے اور انصاف کیجئے......

انتخاب آیات

آیت تطہیر:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اہل البیت ویطھرکم تطہیرا(۱)

شان نزول:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے خادم (غلام) عبداللہ بن معین (۲) زوجۂ رسولؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کہتی ہیں کہ "یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی، رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلا لاؤں۔ میں رسول خداؐ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں بلا کر لے آئی، جب وہ رسولؐ کے پاس پہنچ گئے تو آنحضرتؐ نے علیؑ کو دائیں طرف حسن کو بائیں طرف حسینؑ کو

---

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت : ۳۳

(۲) تاریخ دمشق، العالم الحافظ ابی القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ الشافعی معروف بہ "ابن عساکر" متوفی ۵۷۱، ہجری، ترجمۃ الامام الحسینؑ، صفحہ نمبر: ۹۷، حدیث نمبر: ۹۷، تحقیق: علامہ الشیخ محمد باقر محمودی، طبعہ ثانیہ ۱۴۱۴ھ ناشر مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، ایران، قم

اپنی گود میں اور فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھایا اور پھر سے "رجس" کو دور رکھ اور انہیں پاک وطاہر رکھ خاص طہارت کے ساتھ (جو تیری پسند اور انتخاب کے مطابق ہے)۔"

آنحضرتؐ نے اس دعا کو تین دفعہ دہرایا، ام سلمہؓ نے کہا: اور میں یا رسول اللہؐ؟ (کیا اہل بیتؑ میں سے نہیں ہوں) بس رسول اللہؐ نے فرمایا: انشاء اللہ آپ خیر پر ہیں (یعنی: آپ اچھی اور باایمان انسان ہیں)" اس کے علاوہ بعض دوسری روایت میں اس جملہ کے بعد رسولؐ فرماتے ہیں: آپ (ام سلمہؓ) ازواج نبیؐ میں سے ہیں۔" (۱)

اس آیت کے بارے میں جو روایات نقل ہوئی ہیں۔ مضمون کے لحاظ سے ان کا لب لباب کم وبیش یہی ہے جو اوپر کی سطروں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایات جو بہت کثرت کے ساتھ نقل ہوئی ہیں ان کے راویوں میں مشہور اور اہم شخصیات مندرجہ ذیل ہیں: انس بن مالک (۲) البراء بن عازب الانصاری (۳) جابر بن عبداللہ الانصاری (۴) الحسن بن البتول (۵) سعد بن ابی وقاص الزہری (۶) سعد بن مالک الخدری ابی سعید (۷) عبداللہ بن عباس (۸) امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالبؑ (۹) عبداللہ بن جعفر طیار (۱۰) عائشہ بنت ابوبکر (۱۱) ابوھریرہ۔

---

(۱) تاریخ دمشق، صفحہ: ۱۰۱، ح: ۱۰۳

(۲) صفحہ نمبر ۲۵، حدیث ۶۳۳، (۳) صفحہ ۲۶ حدیث ۶۳۳ (۴) صفحہ نمبر ۲۹ حدیث نمبر ۶۳۸ (۵) صفحہ نمبر ۳۰ حدیث نمبر ۶۳۹، صفحہ نمبر ۳۱ حدیث نمبر ۶۵۰ (۶) صفحہ نمبر ۳۴ حدیث نمبر ۶۵۴، (۷) صفحہ نمبر ۳۷ حدیث نمبر ۶۵۷، (۸) صفحہ نمبر ۵۲ حدیث نمبر ۶۸۰، صفحہ نمبر ۶۱ حدیث نمبر ۶۸۴، (۹) صفحہ نمبر ۱۰۴ حدیث نمبر ۷۳۳

پانچویں صدی ہجری کے مشہور و معروف عالم دین جو"الحاکم الحسکانی" کے نام سے جانے پہنچانے جاتے ہیں، اپنی وزین کتاب "شواہد التنزیل لقواعد التفضیل" (۱) میں "آیت تطہیر" کے "سبب نزول" کے بارے میں مندرجہ بالا اور دیگر راویوں سے تواتر کے ساتھ اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔

آیت کا مفہوم:

آیت تطہیر میں مرکزی نکتہ جسے سمجھنے کی ضرورت ہے اور عقل کی روشنی میں اس کی گہرائی تک پہنچنا ضروری ہے وہ "یرید اللہ" کا مفہوم و مقصد ہے۔ اس مرکزی نکتہ کو مکمل طور پر سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل نکات کا واضح ہونا ضروری ہے۔

اللہ اور بندہ کے ارادے میں فرق:

اللہ اور اسکا بندہ دونوں "ارادہ" کی صفت کے حامل ہیں، لیکن دونوں کے ارادوں میں کچھ بنیادی فرق ہیں۔

۱۔ انسان کا ارادہ زمانہ کے ساتھ ہے جب کہ خدا کا ارادہ زمانے سے "ماوراء" ہے۔ اللہ زمانہ کی قید سے آزاد ہی نہیں بلکہ زمانہ کا خالق بھی وہی ہے۔

۲۔ انسان کو ارادہ کرنے سے پہلے چند مراحل کو طے کرنا پڑتا ہے جب کہ خداوند عالم زمان و مکان اور مادہ کی تمام خصوصیات سے منزہ و پاک ہے...... خدا کے ارادہ کو سمجھنے کے لئے سورہ یٰسین کی آیت نمبر ۸۲ پر توجہ کیجئے، ارشاد ہو رہا ہے "خدا جب کسی بھی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ

---

(۱) مندرجہ بالا روایت کیلئے رجوع کیجئے: شواہد التنزیل جلد ۲ طبع اول ایران، تحقیق علامہ باقر محمودی۔

(اللہ) کہتا ہے: ہو جائے اور وہ (جو کچھ اس نے چاہا ہے) ہو جاتا ہے"

توجہ:

اس آیت میں، اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ قرآن انسانی فہم کے مطابق گفتگو کر رہا ہے۔ اگر کوئی انسان یہ بات کہنا چاہے کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہ پلک جھپکتے میں انجام پا جاتا ہے تو وہ اس بات کو اسی طرح بیان کرے گا کہ جب میں کسی چیز کے بارے میں کہتا ہوں 'ہو جا' تو کام ہو جاتا ہے۔"

دراصل بات یہ ہے کہ انسان زمانہ کے ساتھ ساتھ وجود میں آیا ہے لہٰذا انسان جب بھی کسی چیز یا مسئلہ کے بارے میں سوچتا ہے تو مکمل طور پر اپنے ذہن کو زمانہ کے تصور سے خالی نہیں کر سکتا، انسانی ذہن کی اس مشکل کو نظر میں رکھ کر قرآن اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے، ورنہ قطعاً ایسا نہیں کہ قرآن یہ بتانا چاہ رہا ہو کہ (نعوذ باللہ) اللہ پہلے ارادہ کرتا ہے پھر اس کا اظہار کرتا ہے اور پھر اس کا مقصد عمل میں ڈھلتا ہے، خدا ان مراحل کا محتاج ہی نہیں بلکہ خدا کی ہر صفت عینِ ذات ہے لہٰذا" اس کا ارادہ ہی عین عمل ہے" ادھر ارادہ کیا اور ادھر مقصد پورا ہو گیا۔ البتہ الفاظ و معانی بھی بذات خود اس قدر محدود ہیں کہ انسانی احساسات کو واضح نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ذاتِ خدا اور اس کی صفات!

ادبی اور عقلی نکات:

ا۔ "یرید اللہ" میں 'یُرِیدُ' فعل مضارع ہے۔ عربی قواعد کے مطابق فعل مضارع، زمانہ حال یا زمانہ حال اور زمانہ مستقبل دونوں کے لئے

استعمال ہوتا ہے، اب اگر مضارع سے پہلے کوئی ایسی علامت موجود نہ ہو جو اس کو زمانۂ حال یا مستقبل سے مخصوص کر دے تو پھر اس کا معنی جملہ کی مناسبت سے معین اور واضح ہوتا ہے۔

۲۔ اب اس آیت میں حال یا مستقبل سے مخصوص کر دینے والی کوئی علامت موجود نہیں بلکہ آیت کا لحن اور انداز ایسا ہے جو ایک مستقل اور دائمی حالت کو بیان کر رہا ہے جو درحقیقت اللہ کا فیصلہ ہے اہل بیتؑ کے بارے میں اور یہ آیت اس فیصلے کا اعلان اور اظہار ہے دنیا والوں پر۔

۳۔ ''رجس'' کے مختلف معنی قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں جس کو واضح اور مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ''ہر قسم کی ظاہری و باطنی، مادی و معنوی نجاست، برائی، کمزوری اور خامی کو ''رجس'' کہا گیا ہے، اسی طرح تقریباً اس کے مقابلے پر اس کی ضد کلمہ ''طہارت'' ہے جسے طہارت ظاہری و باطنی، مادی و معنوی حتیٰ تمام انسانی اور اخلاقی صفات کے مجموعے کو بیان کرنے کے لئے قرآن میں جابجا استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ اب اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی انسان سے ہر قسم کی نجاست (رجس) کو دور کر دے اور ہر قسم کی طہارت سے اسے نواز دے تو اس سے زیادہ پاک و پاکیزہ انسان کوئی اور نہیں تصور کیا جا سکتا۔ جیسا کہ رب العزت ''آیت تطہیر'' میں، اسی عمل کو انجام دیتا ہوا نظر آ رہا ہے، آیت کے پہلے حصے میں اس بات کا اعلان ہے کہ پروردگار عالم اہل بیتؑ سے ہر قسم کی برائی اور پستی کو دور رکھنے کا فیصلہ

کئے ہوئے ہے اور آیت کے دوسرے حصے میں اس بات کا اعلان ہے کہ ہر قسم کی طہارت، اہلِ بیتؑ کے شاملِ حال رہے گی اور یہی عصمت کا مفہوم بھی ہے!

مندرجہ بالا روایت اور ''آیت تطہیر'' سے متعلق ادبی اور عقلی نکات کی روشنی میں آیت کے مفہوم کا پوری توجہ سے جائزہ لیا جائے تو نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نہایت تاکید کے ساتھ، واضح انداز میں اپنی ''مشیت'' اور ارادہ کا اعلان فرمارہا ہے کہ، ''بے شک، اللہ کا یہ (مصمم) ارادہ ہے کہ وہ (اللہ) آپ اہلِ بیت کو رجس (ہر قسم کی کمزوری اور برائی) سے محفوظ رکھے گا نیز وہ (اللہ) آپ سب کو ہر قسم کی طہارت اور پاکیزگی سے مالا مال رکھے گا، ایسی طہارت جو اللہ کی پسند اور اس کی شانِ عطا کے مطابق ہو۔'' (۱)

اور جب ..... اللہ کی جانب سے اہلِ بیتؑ رسولؐ پر مسلسل خاص لطف وکرم اور خیر وبرکات کی بارش ہے نیز ..... اللہ خود ان کا نگہبان ومحافظ ہے تو پھر ہر صاحب انصاف اور اہلِ تحقیق، ''آیت تطہیر'' کے مطالعہ کی روشنی میں اس نتیجہ تک ضرور پہنچ جائے گا کہ:

''رسولِ خداؐ کی طرح، ان کے اہلِ بیتؑ بھی مقام عصمت پر فائز ہیں۔''

اگرچہ قرآن کی ہر آیت اپنی جگہ ایک ''بحرِ عمیق'' ہے لیکن حقیقت کے تشنہ کاموں کے لئے اس آیۂ مبارکہ کے ضمن میں یہ چند قطرے بھی کافی ہیں۔

---

(۱) سورۂ الاحزاب آیت نمبر ۳۳ (روایت) اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰؐ للشیخ محمد بن علی الصبان، صفحہ نمبر ۱۱۴، نمبر ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر، (کتاب نور الابصار کے حاشیے میں)

آیت مباہلہ :(۱)

لفظ مباہلہ سے مراد یہ ہے کہ دو فرد یا دو گروہ کا کھلے آسمان کے نیچے کسی میدان یا صحراء میں جمع ہونا اور ایک دوسرے پر اس طرح سے ''لعن'' کرنا کہ ''ہم میں سے یا تم میں سے جو کوئی جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو'' غالباً یہ عرب کا دستور تھا کہ جب بحث و گفتگو کے ذریعے، جھوٹ و سچ یا حق و باطل پر کسی کا ہونا یا نا ہونا تسلیم نہ کیا جائے یا فریقین میں سے کوئی ایک ضد پر اڑ جائے تو ایک دوسرے کو مباہلہ کے لئے للکارا جاتا تھا۔

اور جب نصاریٰ نے وحی آنے کے بعد بھی رسولؐ کی بات کو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں انکار کیا تو دوبارہ وحی آئی کہ اے رسولؐ! نصاریٰ کو مباہلہ کے لئے بلاؤ۔ ادھر نصاریٰ نے عاقب سے جو کہ ان لوگوں کا بڑا اور بزرگ تھا۔ مشورہ کیا اور اس کی رائے جاننا چاہی۔ اس نے نصاریٰ کو خبردار کیا اور کہا کہ: محمدؐ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں اور کسی بھی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا، مگر یہ کہ وہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ (۲)

بہرحال دوسرے دن رسول اللہؐ تشریف لائے، حسینؑ گود میں، حسنؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے، فاطمہؑ، رسولؐ کے پیچھے چل رہیں تھیں اور علیؑ ان (فاطمہؑ) کے پیچھے (چل رہے تھے) اور آنحضرتؐ فرما رہے تھے کہ: جب میں دعا مانگوں تو

---

(۱) سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۱

(۲) تفصیل کے لئے رجوع کریں ا سیرۂ ابن ہشام: ۲۱۸ھ قمری جلد ۲، صفحہ ۱۸۵ سے ۱۹۶ تک دار احیا التراث العربی، بیروت طبع اول عیسوی (تحقیق شدہ)

تم سب ''آمین'' کہنا، جب نجران کے اُسقف نے ان شخصیات کو دیکھا تو کہا: اے قوم نصاریٰ میں آج ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر خدا چاہے تو ان کے ذریعے سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں، ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ، قیامت تک کے لئے قوم نصاریٰ نیست و نابود ہو جائے گی اور زمین پر اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ جائے گا۔ مختصر یہ کہ نصاریٰ نجران نے ''جزیہ'' ادا کرنے کا عہد کیا اور واپس چلے گئے۔(۱)

پانچویں صدی ہجری کی نامور شخصیت اور عالم دین الامام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری اپنی مشہور تفسیر قرآن کی کتاب ''الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل'' میں اس آیت کے ضمن میں تفصیلی گفتگو کے بعد فرماتے ہیں کہ.......

''وفیہ دلیل لاشئی اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیہم السلام''(۲)

ترجمہ: ''اصحاب کساءؑ'' کی فضیلت پر اس آیت مباہلہ سے زیادہ متقن اور مضبوط کوئی اور دلیل نہیں ہوسکتی۔

شانِ نزول:

سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

جب ''آیہ مباہلہ'' نازل ہوئی تو، رسول اللہؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔(۳)

(۱) الکشاف جلد ا صفحہ نمبر ۳۶۸ طبع مصر

(۲) الکشاف جلد صفحہ ۳۷۰ (تفسیر سورۂ آل عمران آیت نمبر: ۶۱، طبع مصر۔

(۳) صحیح الترمذی، جلد نمبر۵، صفحہ نمبر ۲۲۵، حدیث نمبر ۲۹۹۹ طبع مصر، طبع اول، تحقیق: ابراہیم عطوہ

انتخابِ روایات

ان روایات میں ہمیں دو طرح کی احادیث نظر آتی ہیں، کچھ روایات مجموعی طور پر اہل بیتؑ کے بارے میں حقائق کو بیان کرتی ہیں لیکن کچھ دوسری قسم کی روایتیں ہیں جو فرداً فرداً علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں گفتگو کرتی ہیں اور رسولؐ کی نظرِ عنایت کو ان شخصیات کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ دونوں قسم کی روایت کے چند نمونہ پیش خدمت ہیں، ان کے لحن و مزاج پر توجہ کی ضرورت ہے۔

اہل بیتؑ کی فضیلت :

اب ہم ان حدیثوں کو پیش کر رہے ہیں، جو مجموعی طور پر ان مقدس ہستیوں کے بارے میں رسولؐ کی نظر مبارک کو بیان کرتی ہیں۔

(۱) حدیث ثقلین:

حدثنا نصر بن عبدالرحمن الكوفی. حدثنا زید بن الحسن هو الانماطی عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر بن عبدالله قال: رائیت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی حجته یوم عرفة وهو علی ناقته القصوآء یخطب ، فسمعته یقول:

"یا ایها الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا: کتاب اللّٰه وعترتی اهل بیتی."

اسی باب میں ابی ذر، ابی سعید، زید بن ارقم اور حزیفہ ابن اُسید سے بھی اس مضمون کی روایت نقل کی گئی ہیں (۱)

ترجمہ:

"جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حج کے زمانے میں عرفہ کے دن دیکھا، آپؐ اپنے بلند قامت ناقے پر سوار تھے اور خطاب فرمارہے تھے، میں نے آپؐ کی گفتگو سنی، فرماتے تھے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، اگر تم لوگ اسے (مضبوطی سے) تھامے رکھو (اور اس سے غافل نہ جاؤ) تو ہرگز گمراہ نہ ہونے پاؤ گے: وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت ہیں۔

(۲) حدیث سفینہ نوح:

حنش بن المعتمر الکنانی کہتے ہیں کہ: ابوذرؓ خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑے کھڑے تھے اور اس حال میں وہ کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! جو کوئی مجھے پہچانتا ہے تو میں وہی ہوں جسے آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں، اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان

---

(۱) سنن الترمذی جلد نمبر ۵ صفحہ ۶۶۲ باب نمبر ۳۲ (مناقب اہل بیت النبیؐ حدیث نمبر ۳۷۸۶، اس کے علاوہ اس باب میں تین روایات اور ہیں جو اس سے ملتی جلتی ہیں (۳۷۸۷، ۳۷۸۸، ۳۷۸۹) طبع مصر، الطبعة الاولی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۵۶ء، تحقیق وتعلیق: ابراہیم عطوہ عوض (المدرس فی الازہر الشریف) الطبقات الکبری، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۴۷ محمد بن سعد بن منیع الزہری (ت: ۲۳۰ھ طباعت، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت

لے کہ میں ابوذرؓ ہوں۔ میں نے خود رسول اللہؐ سے سنا آپؐ فرماتے ہیں کہ:

" انما مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح من دخلها نجىٰ ، ومن تخلف عنها هلك " (۱)

ترجمہ:

" (اے لوگو!) تمہارے درمیان یقیناً میرے اہل بیتؑ کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت نوحؑ کی کشتی جو کوئی اس کشتی پر سوار ہوگیا، نجات پاگیا اور جس کسی نے اس سے منہ موڑا (اور اس پر سوار نہ ہوا) وہ تباہ و برباد ہوگیا۔"

اس حدیث میں مندرجہ ذیل نکات بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں:

۱☆ کلمہ "انما" کے ذریعے "سفینہ نوحؑ" کی صفت اور تشبیہ کو صرف اہل بیتؑ رسولؐ کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔

۲☆ سفینہ نوحؑ قرآن کا استعمال ہے اور مسلمانوں کے درمیان یہ ایک اصطلاح بھی بن چکی تھی۔ رسول اکرمؐ سے زیادہ اور کون قرآن کے مزاج اور اس کے استعمالات سے واقف تھا۔ رسولؐ یقیناً اس بات سے غافل نہیں تھے کہ آپؐ جس کے بارے میں جو کچھ کہیں گے وہ اس شخص کیلئے سند بن جائے گی لہٰذا یہ بات ممکن نہیں کہ رسولؐ، خدانخواستہ انسانی جذبات اور ذاتی احساسات اور تعلقات سے متاثر ہوکر کسی کی خلاف واقع کوئی تعریف و تمجید کرتے رہے

(۱) فرائد السمطین جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۴۶ حدیث نمبر ۵۱۹، طبع بیروت اول، تحقیق، علامہ باقر محمودی اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ شیخ محمد بن علی الصبان (نور الابصار کے حاشیے میں) صفحہ نمبر ۱۲۰، الصواعق المحرقہ، ابن حجر عسقلانی، صفحہ نمبر ۱۸۲ طبع، المحمدیہ مصر۔

ہوں یا مذمت اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے رہے ہوں۔ اس لئے یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ جو خدا کا حکم تھا اس کے مطابق آنحضرتؐ لوگوں کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوں گے، چنانچہ پورا قران اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔(۱)

۳☆ جو افراد خدا کے فرماں بردار تھے اور حضرت نوحؑ کے تابع تھے انہوں نے 'کشتی نوحؑ میں' سوار ہو کر نجات پائی اور جن لوگوں نے "کشتی" کا مزاق اڑایا اور اس میں سوار نہ ہوئے عذاب خدا نے انہیں ہلاک کر دیا۔

اہم بات یہ ہے کہ جن لوگون نے رسول اللہؐ کی اس وصیت اور فرمان کو نظر انداز کر دیا، یقیناً ان کی نجات ممکن نہیں یہ بات سفینہ نوحؑ اور اس کے واقعہ سے سمجھ میں آتی ہے۔

اگر اس حدیث کی روشنی میں اہل بیتؑ کو رسول خداؐ کے بعد امت محمدیؐ کا رہبر و ہادی تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت نوحؑ کی کشتی سے ان کو تشبیہ دینا اور اس میں سوار ہونے والوں کو نجات کی بشارت دینا اور سوار نہ ہونے والوں کو ہلاک کی خبر دینا، بے سود اور نامعقول ہو کر رہ جائے گا یقیناً ہر عاقل اور باہوش انسان، رسول کی اس حدیث سے اہل بیتؑ کے جانشینِ رسولؐ ہونے اور آنحضرتؐ کے بعد امت مسلمہ کا ہادی ہونے کو ہی سمجھے گا ورنہ یہ بات رسولِ خداؐ کی "شانِ رسالتؐ" کے مطابق نہیں کہ آپ کسی کے بارے میں ایسے تعریف کے کلمات استعمال کریں

---

(۲) مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی

جس کو وہ لوگ اپنے لئے جانشین رسولؐ ہونے کی دلیل سمجھیں اور ہر سمجھدار انسان بھی جب ان تعریفی کلمات کو پڑھے تو اس سے اہل بیت کا جانشین رسولؐ ہونا سمجھ میں آئے، جب کہ رسولِ خداؐ نہ چاہتے ہوں کہ اس تعریف سے کسی کا جانشین رسولؐ ہونا ثابت ہو لہذا ممکن نہیں کہ آنحضرتؐ کسی کے بارے میں، ایسے کلمات استعمال کریں جو ان کی مراد کے برخلاف ہوں۔

اہلِ بیتؑ ، جسم میں سر کی مانند

(۳) حدیث :

عن ابی ذر: اجعلوا اہل بیتی منکم مکان الراس من الجسد و مکان العینین من الراس ولاتھتدی الابالعینین (۱)

ترجمہ: ''ابوذرؓ حضور اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: میرے اہلِ بیتؑ کا رتبہ اور ان کا مقام و منزلت تم لوگوں کے درمیان ایسا ہے جیسے انسان کے جسم میں سر کی اہمیت ہے اور سر میں دونوں آنکھوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہی اہمیت اہلِ بیتؑ کو تم لوگوں پر حاصل ہے (اور تم لوگ اچھی طرح یہ بات جانتے ہو کہ) تم ہدایت پا ہی نہیں سکتے اگر آنکھیں نہ ہوں لہذا جس طرح آنکھوں کے بغیر راہ کا ڈھونڈ لینا دشوار ہے اور ہر قدم پر ہزاروں خطرے سر پر منڈلا رہے ہوتے ہیں اسی طرح اہل بیتؑ کے بغیر ہر قدم پر گمراہی کا امکان ہے۔''

(۱) اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ (نور الابصار کے حاشیے میں) صفحہ نمبر ۱۲۰، ۱۲۱، طبع دار الفکر مصر

"رسول اکرمؐ کی نظر میں
علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کی اہلیت و منزلت۔"

"حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں"

حدیث نمبر:۱

عن ابی بریدة عن ابیه ، انّ النبی
صلی الله علیه و آله سلم قال
"انّ لکل نبی وصیا و وارثا
وان علیا وصی و وارثی ۔"(۱)

ترجمہ:

ابن بریدہ، اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:
"جس طرح ہر نبیؑ کا وصی اور وارث ہوا کرتا ہے (قرآن میں خدا کی سنت کی جانب اشارہ ہے اور خدا کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی) بالکل اسی طرح علیؑ میرے وصی اور وارث ہیں۔"

---

(۱) تاریخ مدینہ دمشق، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب، ابن عساکر (حدیث ۴۹۹ ـ م ۵۷۱ھ) جلد ۳ صفحہ ۵ حدیث ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، دو مختلف سند حدیث کے ساتھ جن کے آخری دو راوی ایک جیسے ہیں (یعنی ابن بریدہ عن ابیہ) طبع بیروت، بار سوم (۱۹۸۰ء، ۱۴۰۰ھ) تحقیق باقر المحمودی

حدیث نمبر: ۲

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کے بارے میں فرمایا (بالکل ان ہی الفاظ کے ساتھ جابر بن عبداللہ نے بھی رسولؐ سے یہ حدیث نقل کی ہے)

"انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ،
الّا انه لانبی بعدی"(۱)

ترجمہ:

"اے علیؑ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے (آنحضرتؐ) بعد کوئی نبی نہیں (آنے والا)۔

حدیث نمبر: ۳

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ." (۲)

ترجمہ:

"جس جس کا میں (رسول اکرمؐ) مولا ہوں ہر اس شخص کا علیؑ بھی آقا ہے۔"

دوسرے الفاظ میں: جو کوئی حضرت محمدؐ کو اپنا سرپرست بحیثیت رسول خداؐ کے مانتا ہے، تو خدا کا اعلان، رسولؐ کی زبانی یہ ہے کہ

---

(۱) فرائد السمطین جلد ۱، صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳، حدیث ۸۵، ۸۶، طبع بیروت تحقیق علامہ باقر المحمودی

(۲) الجامع الصحیح (سنن الترمذی) جلد ۵ صفحہ ۵۹۱، حدیث ۱۳ ۷، بیروت، طبع اول، تحقیق کمال یوسف حوت

حضرت محمدؐ کے بعد ان کا جانشین اور قوم کا سرپرست حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں اور جو حضرت محمدؐ کو نبیؐ خدا مانتا ہے اس رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے علیؑ کو آنحضرتؐ کا وصی اور خلیفہ ماننا پڑے گا۔

حدیث : ۴ (۱)

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک گروہ تشکیل دیا اور علیؑ بن ابی طالبؑ کو اس کی ذمہ داری سونپی اور جنگ کے لئے روانہ کر دیا اس جنگ کے من جملہ مال غنیمت میں سے ایک کنیز تھی جس پر چار دوسرے اصحابؓ نے علیؑ سے اختلاف کیا اور آپس میں طے کر لیا کہ جب آنحضرتؐ کے حضور جائیں گے تو علیؑ کی شکایت کریں گے بہرحال آنحضرتؐ کے پاس یہ چاروں صحابی اپنی شکایت لے کر پہنچے تو ایک کے بعد دوسرے نے شکایت کرنی شروع کی خدا کے رسولؐ نے ایک کی بات سنی اور اپنا چہرۂ مبارک دوسری طرف پھیر لیا، دوسرے اور تیسرے صحابی نے بھی اسی شکایت کو تکرار کیا تو...... سرکار رسالتؐ کے چہرہ اقدس سے ''غضب کی کیفیت'' صاف جھلک رہی تھی اسی کیفیت میں آپؐ نے ان صحابیوں کی جانب اپنا رخ کیا اور فرمایا (اپنی ناراضگی کا اظہار کیا)۔

''تم لوگ علیؑ سے کیا چاہتے ہو (حدیث رسولؐ کا یہ جملہ تین دفعہ نقل کیا

---

(۱) سنن ترمذی، جلد ۵ صفحہ ۵۹۰، حدیث ۳۷۱۳ باب ۲۰ مناقب علی بن ابی طالبؑ طبع بیروت طباعت اول، تحقیق کمال یوسف حوت

نوٹ: اسی کتاب میں (سنن ترمذی) براء بن عازب حدیث ۳۷۱۶، حبشی بن جنادۃ حدیث ۳۷۱۹ میں بھی علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں کی طرف اشارہ ہے۔ نیز حدیث ۳۷۲۵ میں مذکورہ بالا واقعہ کو کچھ فرق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اسکی سند بھی مختلف ہے۔

گیا ہے جس سے غضب کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ رسول کے اخلاق و آداب میں سے تھا کہ ضرورت کی حد تک گفتگو کرتے تھے لیکن یہاں پر اپنی بات کو تین دفعہ دھرانے سے بات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ گویا رسول خداؐ، علیؑ کے مقام و منزلت کا دفاع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "تمہیں پتا بھی ہے کہ علیؑ کی حیثیت خدا کی نظر میں کیا ہے؟!! غور سے سنو! علیؑ مجھ (محمدؐ) سے ہیں اور میں (محمدؐ) علیؑ سے ہوں۔ اور بھی سنو! علیؑ میرے بعد، ہر مومن کے سرپرست ہیں۔"

حضرت فاطمہ (س) کے بارے میں

حدیث نمبر: ۱

حضرت علی بن ابی طالبؑ آنحضرتؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

" ان اللّٰه عزوجل لیغضب لغضب فاطمهؑ و یرضی لرضاها"(۱)

ترجمہ:

" اللہ عز و جل، فاطمہؑ کے غضب ناک ہونے سے غضب ناک ہوتا ہے اور فاطمہؑ کے راضی ہونے سے راضی ہو جاتا ہے۔"(۲)

حدیث نمبر: ۲

حضرت علی، رسول اللہؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ: آپؐ نے فرمایا:

" انما سمیت ابنتی فاطمة لان اللّٰه فطمها و فطم من احبها من النار"(۲)

---

(۱) فرائد السمطین جلد ۲ صفحہ ۴۶

(۲) فرائد السمطین جلد ۲ صفحہ ۵۸

''میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہؑ صرف اس لئے رکھا کہ اللہ نے اس (فاطمہؑ) کو اور اس سے محبت کرنے والوں کو (جہنم کی) آگ سے محفوظ رکھا ہے (یعنی خدا کا وعدہ ہے کہ وہ فاطمہؑ اوران کے چاہنے والون کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا)''

حدیث نمبر:۳

فاطمہ الکبری کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

''کل بنی آدم ینتمون الی عصبتھم الّا ولد فاطمة فانی انا ابوھم و عصبتھم'' (۱)

''عام طور سے تمام بنی آدم کو (نسل اور حسب ونسب کے لحاظ سے) ان کے آباء و اجداد سے منسوب کیا جاتا ہے (مثلاً یزید، معاویہ کا فرزند ہے) لیکن اولاد فاطمہؑ اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں (لہذا یاد رہے کہ) میںؐ ہوں، میں محمدؐ ان کا باپ ہوں اور (وہ اولادِ فاطمہؑ) مجھ سے منسوب ہیں''

جب کسی اہم مسئلہ میں عام قاعدہ کو تبدیل کیا جائے اور اس میں استثناء لگا دیا جاتا ہے تو اس کی ٹھوس دلیل ہونا ضروری ہے یا اتنی اہم مصلحت پیش نظر ہو جس کا فائدہ یا نقصان بھی عام ہو، تو اس استثناء کی ایک دلیل ''قولِ رسولؐ'' ہے۔

دوسری دلیل ''آیت مباہلہ'' میں آئی ہے کہ جہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ نفس رسولؐ سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے جسے ہم با آسانی اپنی روزمرہ زندگی میں مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ اگر کسی بچہ کی حرکات و

(۳) فرائد السمطین جلد۲ صفحہ ۶۹

سکنات دادا یا نانا سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں تو نانا یا دادا یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے کہ "یہ میرا بیٹا ہے"۔ اسی طرح قرآن ایک اور بات کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اگر چہ ان کے نسب اور ان کے جسم سے تھا لیکن جب حضرت نوح نے خدا سے دعا کی کہ اے اللہ! اسے نجات دے تو جواب ملا: نہیں یہ تم سے نہیں ہے کیونکہ اس کا عمل صحیح نہیں ہے۔

"یا نوح انه لیس من اھلک، انه
عمل غیر صالح"......(۱)

ترجمہ:

"اے نوحؑ! یہ ظاہری طور پر تمہارے وسیلے سے پیدا ہونے والا فرزند تمھارے قابل نہیں، اس کا تو مزاج غیر متوازن ہے......"

تو نتیجہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب رسولؐ فرماتے ہیں کہ "فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، علیؑ مجھ سے ہیں اور اولادِ فاطمہؑ کی نسبت مجھ سے ہے، تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان سب کے مزاج، رفتار و کردار اور خدا کی نظر میں ان ہستیوں کے ایمان اور ان کے درجات ایک دوسرے سے بہت زیادہ نزدیک ہیں نیز علیؑ و فاطمہؑ اور ان کی اولاد، محمد عربیؐ کے مطیع اور تابع ہیں یہی وجہ ہے کہ اہلِ بیتؑ، اللہ اور رسول اللہ کے اتنے چہیتے ہیں اور قرآن و حدیث میں ان کے فضائل فراوان موجود ہیں۔

سورۃ الھود، آیت: ۴۶

حدیث نمبر: ۴

حضرت حسین بن علیؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

" فاطمه بهجة قلبی، ابنا ها ثمرة فوادی، وبعلها نور بصری، والائمة من ولدها امناء ربی و حبلة الممدود بينه وبين خلقه، من اعتصم به نجیٰ ومن تخلف عنه هویٰ" (۱)

"فاطمہؑ میرے کلیجے کی ٹھنڈک، اس کے دونوں بیٹے میرے دل کے ٹکڑے، اس کا شوہر میری آنکھوں کا نور، اور اس کی اولاد سے ہونے والے آئمہ میرے رب (کے احکام) کے امانتدار اور وہ اللہ کی ایسی رسّی ہیں جو خدا کے بندوں اور خدا کے درمیان واسطہ ہے۔ اب جو کوئی اس سے (خدا کی رسی سے) وابستہ رہے گا نجات پالے گا اور جو کوئی اس سے منہ موڑ لے گا اور دوری اختیار کرے گا، تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

حدیث نمبر: ۵

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سوال کیا:

"یارسول اللہؐ! اس میں کیا راز ہے؟! کہ آپؐ جب کبھی فاطمہؑ پر شفقت فرماتے ہیں اور اس کو پیار کرتے ہیں تو اس کے منہ میں اپنی زبان مبارک اس طرح دے دیتے ہیں، جیسے شہد جیسی کوئی چیز چائی جاتی ہے!! تو نبی اکرمؐ نے فرمایا:

(۱) فرائد السمطین جلد ۲ صفحہ ۲۲ حدیث ۳۹۰ شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد الجوینی الخراسانی۔

''اے عائشہ! شب معراج جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام مجھے جنت کے اندر لے گئے، میرے لئے ایک سیب لایا گیا، میں نے اسے لے لیا اور کھالیا، اس سیب سے میرے ''صلب'' میں نطفہ بنا اور نور بنا لہٰذا جب میں زمین پر پہنچا اور خدیجہ سے قربت ہوئی تو فاطمہؑ اس (بہشتی سیب) سے پیدا ہوئیں، اسی لئے جب بھی مجھے جنت کی یاد آتی ہے تو میں اسے (فاطمہؑ کو) پیار کرلیا کرتا ہوں، اے عائشہ!۔ (ذرا غور کرو!) وہ انسان کی شکل میں حور ہے!''(۱)

حدیث نمبر: ۶

عن سلمان، قال: النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یا سلمان! من احب فاطمة بنتی فھو فی الجنة معی، ومن ابغضھا فھو فی النار یا سلمان! حب فاطمة ینفع فی ماة من المواطن، ایسر ذالک المواطن: الموت والقبر والمیزان و المحشر و الصراط و المحاسبة، فمن رضیت عنه ابنتی فاطمة رضیتُ عنه، ومن رضیت عنه رضی اللّٰه عنه، ومن غضبت علیه غضب اللّٰه علیه یا سلمان! ویل لمن یظلمھا ویظلم بعلھا امیر المومنین علیا، و ویل لمن یظلم ذریتھا و شیعتھا.(۲)

---

(۱) فرائد السمطین جلد: ۲، صفحہ ۵۰، ۵۱، حدیث: ۳۸۱۔

(۲) فرائد السمطین، جلد: ۲، ص: ۶۷، ح: ۳۹۱

ترجمہ:

سلمان کہتے ہیں کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے سلمان! جو میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا، اور جو اس کے ساتھ بغض وعناد رکھتا ہے، اس کا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ ہے۔ اے سلمان! فاطمہؑ سے محبت سو (۱۰۰) مقامات پر فائدہ مند ثابت ہوگی، جن میں سے آسان ترین مواقع مندرجہ ذیل ہیں: موت، قبر، میزان، محشر، صراط، اور حساب۔

لہٰذا جس سے میری بیٹی (فاطمہؑ) خوشنود ہوگی، میں بھی اس سے راضی ہو جاؤں گا۔ اور جس سے میں راضی ہوں گا، خدا بھی اس سے راضی ہوگا، اور اگر وہ (فاطمہؑ) کسی پر غضب ناک ہو (تو میں بھی اس شخص پر غضب ناک ہوں گا، اور جس پر میں غضب ناک ہوا تو) گویا اللہ اس پر غضب ناک ہے۔

''اے سلمان! جس نے فاطمہؑ پر ظلم کیا اور اس کے شوہر، امیر المومنینؑ پر ظلم کیا عذاب الٰہی اس کا مقدر ہے۔ اور جس نے فاطمہؑ کی اولاد اور اس کے شیعہ پر ظلم کیا، اس کے مقدر میں بھی خدا کا سخت عذاب ہے۔''

حدیث نمبر: ۷

ابن عباس کہتے ہیں کہ: رسول اللہؐ نے عبدالرحمان بن عوف سے فرمایا:

یا عبدالرحمان انتم اصحابی و علی بن طالبؑ منی وانا من علیؑ، فمن قاسه بغیره فقد جفانی و من جفانی

آذانی۔

یا عبدالرحمان ان اللّٰہ تعالیٰ انزل لی کتاب مبیناً وامرنی ان ابین للناس مانزل الیھم ماخلا علیؑ بن ابی طالبؑ فانہ لم یحتج الی بیان، لان اللّٰہ تعالیٰ جعل فصاحۃ کفصاحتی ودرایۃ کدرایتی ولو کان الحلم رجلا لکان علیا ولو کان العقل رجلاً لکان الحسن و لو کان السخاء رجلاً لکان الحسینؑ ولو کان الحسن شخصاً لکان فاطمۃؑ بل ہی اعظم ، ان فاطمۃؑ ابنتی خیر اھل الارض عنصراً وشرفاً و کرماً (۱)

ترجمہ:

''اے عبدالرحمان! تم لوگ میرے صحابیؓ میں شمار کیے جاتے ہو لیکن، علی بن ابی طالبؑ (ایک صحابیؓ سے زیادہ بلند مقام کے حامل ہیں) وہ مجھ سے ہیں (یعنی میری جان اور میرے نفس کی طرح ہیں) اور میں (محمدؐ) علی سے ہوں (یعنی یہ کہ علی نے اپنے فکر و عمل سے اپنی ذات میں محمد کی شخصیت کو زندہ کر دیا ہے، انا من علیؑ کے، اس کے علاوہ کوئی اور معنی مناسبت نہیں رکھتے) لہذا جس نے علیؑ کا (میرے علاوہ) کسی اور سے موازنہ کیا وہ جان لے کہ اس نے مجھ پر جفا کی اور جس نے مجھ پر جفا کی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی (ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول خدا کو اذیت پہنچانا عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے)۔

اے عبدالرحمان! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر روشن اور واضح کتاب نازل فرمائی اور مجھے حکم دیا کہ لوگوں کے لئے وہ سب کچھ اچھی طرح بیان کردوں جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے، البتہ علی ابن ابی طالبؑ اللہ کی ایسی نشانی ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، (اس لئے کہ علی کی حقیقت اس کے قول وفعل کی سچائی کے ذریعے سب پر "روز روشن" کی طرح واضح ہے) حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو وہی فہم و فراست عطا فرمائی ہے جیسی مجھے عطا فرمائی ہے۔

اگر یہ ممکن ہوتا کہ حلم کی صفت کو انسانی شکل میں مجسم کیا جائے تو وہ انسان یقیناً علی ہوتے اور، اگر یہ ممکن ہوتا کہ عقل کو انسانی لباس پہنا دیا جائے تو وہ انسان یقیناً حسنؑ (بن علی ابن ابی طالبؑ) ہوتے اور، اگر یہ ممکن ہوتا کہ سخاوت کی صفت کو انسانی زندگی کی صورت عطا ہو جائے تو وہ انسان یقیناً حسینؑ (بن علی ابن ابی طالبؑ) ہوتے اور، اگر یہ ممکن ہوتا کہ ہر قسم کی مادی ومعنوی حسن وزیبائی کی صفت کو حیات انسانی کے روپ میں دیکھا جاسکے تو یقیناً یہ انسان فاطمہؑ (بنت محمدؐ عربی) ہوتیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ فاطمہؑ اس صفت سے بھی زیادہ عظیم صفت کی حامل ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ:

فاطمہ میری بیٹی.....،

انسانی کمالات کے لحاظ سے.....،

شرافت کے لحاظ سے.....،

اور کرامت کے لحاظ سے.....،

زمین پر بسیرا کرنے والوں میں.....،

سب سے بہتر وافضل ہے۔

امام حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں

حدیث نمبر: ۱

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ، رسول اللہؐ نے فرمایا:

الحسنؑ و الحسینؑ سیدا شباب اہل الجنة (۱)

ترجمہ:

"حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

حدیث نمبر: ۲

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا، نبی اکرمؐ، حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں:

**ھذان ابنای ، فمن احبھما فقد احبنی
ومن ابغضھما فقد ابغضنی (۱)**

ترجمہ:

"یہ دونوں میرے دو بیٹے ہیں جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو کوئی ان دونوں سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بھی بغض رکھتا ہے۔"

---

(۱) سنن الترمذی (۲۹، ۲۹۷ھ) جلد ۵ صفحہ ۳۱۴ باب ۳۱ (مناقب الحسن والحسین علیہ السلام) حدیث ۳۷۶۸ طبع بیروت فرائد السمطین جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ احدیث ۴۱۸ طبع بیروت تحقیق علامہ المحمودی۔

(۲) تاریخ دمشق، ابن عساکر (م ۔ ۵۷۱ھ) جلد ترجمۃ الامام الحسین صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴ حدیث ۱۱۷، طبع دوم ۱۴۱۴ھ ناشر مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، ایران، تحقیق: علامہ محمد باقر المحمودی۔

حدیث نمبر: ۳

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا آپؐ فرماتے ہیں:

انا، علیؑ و الحسنؑ و الحسینؑ و تسعة من ولد الحسینؑ مطھرون معصومون(۱)

ترجمہ:

''میں، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ، اور حسینؑ کے اولاد میں سے نو(۹) فرزند مطہر، اور معصومؑ ہیں۔''

حدیث نمبر: ۴

مدرک بن عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ابن عباس حسنؑ اور حسینؑ کی سواری کی رکاب کو تھامے ہوئے کھڑے ہیں، تو ان سے کہنے والے نے کہا: (اے ابن عباس!) آپ تو ان دونوں (حسنؑ و حسینؑ) سے بزرگ ہیں پھر کیوں ان کی سواری کی رکاب پکڑتے ہیں۔ ابن عباس جواباً کہتے ہیں کہ:

یہ دونوں (حسنؑ و حسینؑ) رسول اللہؐ کے فرزند ہیں، کیا یہ میرے لئے سعادت کی بات نہیں کہ میں ان دونوں کی سواری کی رکاب پکڑ کے (ان کے احترام میں) کھڑا ہوں؟''(۲)

---

(۱) فرائد السمطین، جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳، حدیث ۴۳۰

(۱) تاریخ دمشق ابن عساکر، صفحہ ۲۱۰، حدیث ۱۹۰ طبع ایران۔ اشاعت دوم، تحقیق: علامہ المحمودی۔

نتیجۂ آیات و روایات

خدانے جب انسان کوخلق کیا تو اسے عقل وشعوربھی عطاء کیا، جو ہر مشکل کو حل کرنے اور ہر حقیقت کو سمجھنے میں اس کی مونس وہمدم ہے۔ اگر انسان کسی شخص کی شخصیت کو پہچاننا چاہتا ہے تو اس کی حرکات وسکنات پر غور کرتا ہے، اس کے گفتار و کردار کو پرکھتا ہے اور عمل میں اسے آزماتا ہے، پھر کئی دفعہ تجربہ کرنے کے بعد جو نظر اس انسان کی شخصیت کے بارے میں قائم کرتا ہے وہ اس کے لئے ایک خیال نہیں ہوا کرتا بلکہ ایک حقیقت ہوتی ہے جو اس کے وجود کے احساس کی طرح، اس کے مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا نکتہ کو نظر میں رکھ کر غور کیجئے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب انسان کی شناخت اس کی حرکات وسکنات اور اس کی عملی کارکردگی کو آزما کر حاصل ہوتی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے دن سے عرب معاشرہ اہل بیت رسولؐ کو دیکھ رہا تھا، ان عظیم ہستیوں کے حسب ونسب سے واقف تھا اور اس کے علاوہ اہل بیت کے مزاج شرافت اور ان کی کرامات کے زبان سے ہی نہیں بلکہ عقل وشعور

سے بھی قائل تھا، پھر بھلا کیا ضرورت آن پڑی تھی جو آنحضرتؐ ہر محفل اور ہر اہم موقعہ پر عام وخاص سے اپنے اہلِ بیتؑ کی اہلیت، اہمیت اور افضلیت کو نہایت شدومد کے ساتھ بیان کرتے تھے؟!

یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ انسان کی شناخت اس کی گفتگو و کردار سے ہوتی ہے۔ لیکن جب قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت کا مسئلہ درپیش ہو اور خدا کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پیغام کو محفوظ رکھنے اور انسانی ذہن کو اس کے مطابق ڈھالنے کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی بات ہو تو جہاں ذاتی اہلیت اور خدا کا مطیع ہونا بھی ضروری ہے، وہاں اس کے علاوہ خدا اور اس کے رسولؐ کی سند کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو، بات پرانی ہونے کی بنا پر شکوک وشبہات پریشان نہ کریں۔ لہٰذا آنحضرتؐ جس طرح اور جن الفاظ میں اپنے اہلِ بیتؑ کا تعارف کروا رہے ہیں وہ اس بات کی سند ہے کہ:

(۱) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپؐ کے اہل بیتؑ بالخصوص تمام مسلمانوں کے ھادی اور راہنما ہیں اور بالعموم تمام بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ ہیں۔

(۲) اہلِ بیتِ رسولؐ علیہم السلام، حضرت محمدؐ اور اسلام کے بارے میں دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ شناخت رکھتے ہیں اور خود آنحضرتؐ اور اسلام کے ہر لحاظ سے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔

(۳) قرآن کی آیات اور اللہ کے آخری پیغمبر کے فرمان کی روشنی میں، یہ بات تسلیم

کرنی پڑتی ہے کہ اہل بیت رسولؐ، خدا کے وہ منتخب بندے ہیں جنہیں اللہ نے رسولؐ ختمی مرتبت کے بعد اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے، جیسا کہ قرآن یہ اصول بتا رہا ہے کہ اللہ نے کسی قوم کو ھادی اور رہبر کے بغیر نہیں چھوڑا ہے۔

(۴) رسول اکرمؐ کا اٹھتے بیٹھتے اپنے اہلِ بیت کے قصیدے پڑھنا اور ان کے فضائل کو مسلمانوں میں عام کرنے کا ایک ہی مقصد تھا وہ یہ کہ ،معاشرے کا فرد فرد ان اہل بیت رسولؐ کے اعلیٰ کردار سے تو انہیں پہچانتا ہی تھا لیکن اب مہر نبوتؐ کے ذریعے بھی ان ہستیوں کے فضائل کی تصدیق ہو جائے اور مسلمان بھی مطمئن ہو جائیں کہ انہیں رسولؐ بے سہارا نہیں چھوڑ گئے۔حضرت موسیٰؑ جب کوہِ طور پر چند دن کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت ہارونؑ کو اپنا جانشین بنا گئے۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ اللہ کا آخری نبیؐ اپنے بعد قیامت تک کے لئے تمام مسلمانوں اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کو بغیر جانشین اور راہنما کے چھوڑ جاتے۔ نہ یہ خدا کی سنت رہی ہے اور نہ ہی انبیاءؑ کا مزاج رہا ہے۔

(۵) جب اللہ کا بہترین بندہ، اور اس کا آخری پیغمبرؐ کسی کی اہلیت ، افضلیت اور کرامت کی تصدیق کرے اور وہ بھی خدا کے حکم کی تعمیل ہو تو یقیناً، آنحضرتؐ کے بعد ان عظیم ہستیوں کی زندگی کے ایک ایک لمحہ پر تحقیق و جستجو اور غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ لوگ آنحضرت کو بہت نزدیک سے دیکھتے رہے اور اپنے آپ کو رسول خداؐ کی شخصیت میں ڈھال چکے تھے ، ان کے انداز گفتگو سے اور

کردار کے ہر رخ سے رسولؐ کا مزاج جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور اہلِ بیت رسولؐ کے ہر فرد نے بلاشبہ رسولؐ کی زندگی کے بہت سے پہلو اپنے اندر محفوظ کئے ہوں گے لہٰذا اگر اہل بیتِ اطہار علیہم السلام میں سے ہر ایک پر تحقیق و مطالعہ کیا جائے تو ایک بار پھر نئے انداز سے رسول خداؐ کی زندگی اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کا بھرپور موقعہ ملے گا، سوئی ہوئی انسانیت جاگے گی اور انسانیت کے معماروں کی یاد تازہ رہے گی۔

فہرست مصادر

۱۔ قرآن حکیم۔

۲۔ سنن الترمزی / تحقیق: ابراہیم عطوہ / مطبوعہ مصر۔

۳۔ سنن بیہقی / انتشارات دارصادر / مطبوعہ بیروت۔

۴۔ السنن الکبریٰ / انتشارات دارصادر / مطبوعہ بیروت۔

۵۔ مسند احمد بن حنبل / انتشارات دارصادر / مطبوعہ بیروت۔

۶۔ ماۃ کلمات (امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ (شرح) / علامہ میثم بحرانی۔

۷۔ شواہد التنزیل لقواعد التفضیل / الحاکم الحسکانی۔

۸۔ صواعق المحرقہ / شہاب الدین احمد بن حجر الھیثمی / مطبوعہ مصر۔

۹۔ الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور / جلال الدین سیوطی / مطبوعہ بیروت دار المعرفہ۔

۱۰۔ تاریخ دمشق / ترجمۃ الامام الحسینؑ / ابن عساکر / مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ / ایران، قم۔

۱۱۔ اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ / شیخ محمد بن علی الصبان / دارالفکر۔ مطبوعہ مصر۔

۱۲۔ سیرۃ ابن ھشام / داراحیاء التراث العربی / بیروت۔

۱۳۔ تفسیر الکشاف / الامام الزمخشری / مطبوعہ مصر۔

۱۴۔ الطبقات الکبریٰ / محمد بن سعد بن منیع الزہری (ت: ۲۳۰ھ) / دار احیاء التراث العربی / بیروت۔

۱۵۔ فرائد السمطین / شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد الجوینی الخراسانی / بیروت۔

کچھ چراغوں کی ضرورت ہے دلوں کے واسطے

کاش، میرے امتی قرآں کا دفتر دیکھتے
سیرت مقدادؓ و سلمانؓ و ابوذرؓ دیکھتے
قصہ حسنینؑ سنتے ، ضربِ حیدرؑ دیکھتے
کس طرح مرتے نہیں، یہ بات مر کر دیکھتے

کاش ان کی عقل میں آتا یہ آسانی کے ساتھ
نعمتِ کونین کا رشتہ ہے قربانی کے ساتھ

اے مرے معبود! انہیں محسوس ہو سکتا یہ کاش!
شدت درماندگی سے، کتنے دل ہیں پاش پاش!
آہ! کتنوں کو ہے اک روٹی کے ٹکڑے کی تلاش!
کتنے معصوموں کے چہروں پر ہے اشکوں سے خراش!

شمع کی حاجت نہیں ہے محفلوں کے واسطے
کچھ چراغوں کی ضرورت ہے دلوں کے واسطے

جوشؔ